مرثیہ

ہر سنگ بنا لعل و گہر مہرِ علیؑ سے

۱۲۲ بند

بیانِ شہادتِ حضرتِ حُرؑ

*

۱ ہر سنگ بنا لعل و گہر مہرِ علیؑ سے — پارس نمط آہن ہوا زر مہرِ علیؑ سے
روشن ہوئے خورشید و قمر مہرِ علیؑ سے — ہیں گردشِ اختر میں اثر مہرِ علیؑ سے
گل خاک سے اور لعل ہوئے سنگ سے پیدا
اس مہر کا ہے فیض ہر اک رنگ سے پیدا

۲ ہر سنگ کو یاقوت کیا مہرِ علیؑ نے — قطرے کو شرف دُر کا دیا مہرِ علیؑ نے
بخشی مہ و انجم کو ضیا مہرِ علیؑ نے — خورشید کو بیعت میں لیا مہرِ علیؑ نے
قطرے سے گہر، خار سے گل ہوتے ہیں پیدا
صدقے سے علیؑ کے جزو و کل ہوتے ہیں پیدا

۳ شیرازۂ اجزائے دو عالم یہ ولا ہے — جس نے کہ کیا خاک کو آدمؑ یہ ولا ہے
آتش کی ولا جس سے ہے محکم یہ ولا ہے — دم جس کا ہوا بھرتی ہے ہر دم یہ ولا ہے
میوے ہیں ولائے اسد اللہ سے شیریں
پانی بھی ہے دریا کا اسی چاہ سے شیریں

۴ ہے شرع میں حلّیت اُسی حیوان کی حالی — جس نے کیا اقرارِ ولائے شہِ عالی
انساں بھی ہیں برحق اسی تمغے سے جلالی — دوزخ میں بھرے جائیں گے جو اس سے ہیں خالی
اللہ کے الطاف ہیں یہ اپنے نبیؐ پر
مبعوث رسولوں کو کیا حُبِّ علیؑ پر

۵ مردہ ابھی زندہ ہو یہ قدرت ہے علیؑ کی (مطلع) خود کفر پڑھے کلمہ یہ ہیبت ہے علیؑ کی
عصیاں کرے تو یہ ہدایت ہے علیؑ کی — خود حرص کہے بس، یہ سخاوت ہے علیؑ کی
سمجھا حجرِ کعبہ جو حیدرؑ کے شرف کو
سجدے کا ہمیں حکم ہوا اُس کی طرف کو

۶ تائیدِ علیؑ نور کرے نار سے پیدا — تریاق ہو زہرِ دہنِ مار سے پیدا
ہے صدق سراسر مری گفتار سے پیدا — اب ہوئے گی تحسین لبِ حُضّار سے پیدا
پوچھے سندِ قول اگر کوئی کہ کیا ہے
افسانۂ چاؤشِ سپاہِ شہدا ہے

۷ لو مومنو حُرِ گنہگار سے نکلا! — یہ نور وہی نور ہے جو نار سے نکلا!
یاقوت چمکتا ہوا کہسار سے نکلا! — دیں کفر سے، چاند ابر سے، گل خار سے نکلا
یہ شاہِ ولایت کی ہدایت کا اثر ہے
حُر رات کو گمراہ تھا اس وقت خضر ہے

۸ کیا آمدِ جبریل ہے مرغوب نبیؐ کو (مطلع) اب تک نہیں یہ آرزوئے عید کسی کو
کیا آمدِ سلماںؓ ہے پسندیدہ علیؑ کو — تفریح عجب ہوتی تھی احمدؐ کے وصی کو
دیکھو تو ہراول کے خطِ لوحِ جبیں کو
اب ہے یہ خوشی آمدِ حر کی شہِ دیں کو

۹ آوازِ مبارک کا ہے غُل فوجِ خدا میں — آمد ہے ہراول کی سپاہِ شہدا میں
تقریبِ ملاقات ہے سلطان و گدا میں — مصروف ہے حر شکریۂ ربِ ہدا میں
حق پشت پہ، بخت اوج پہ، اقبال کمک پر
سر شاہ کی تسلیم میں اور پاؤں فلک پر

۱۰ جنت میں جہنم سے خدا لاتا ہے حُر کو — جلوہ حق و باطل کا نظر آتا ہے حر کو
تحسینِ خدا عرش پہ فرماتا ہے حر کو — رضواں بھی چمنِ خلد کا دکھلاتا ہے حر کو
حُر نام ہے کیوں شہؑ کے غلاموں میں تو حُر ہے
داخل ہے غلاموں میں، جہنم سے یہ حُر ہے

۱۱ جبریلؑ صفت وحیِ خدا کو نہیں لایا — پر حر بھی ہے اللہ کا بھیجا ہوا آیا
گر وحی نہیں پائی تو الہام ہے پایا — واں سدرہ کا سایہ، یہاں زہراؑ کا ہے سایا
جبریل امیں یہ نہیں پر سدرہ نشیں ہے
رضواں نہیں، پر مالکِ فردوسِ بریں ہے

۱۲ سلمانؓ کا اور حُر کا شرف ایک ہے، پرہاں — پہلے تھا غلام ایک یہودی کا وہ ذی شاں
پر دے کے یہودی کو زرِ قیمتِ سلماںؓ — سلمانؓ کو پیمبرؐ نے لیا اور دیا ایماں
اللہ رے شرف حُرِ سعیدِ ازلی کا
یہ بندۂ بے زر ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کا

۱۳ ہیں دست کشادہ پئے حُر سیدِ آفاق — یعقوبؑ ہم آغوشیِ یوسفؑ کا ہے مشتاق
خورشید کو ذرے کی جدائی ہوئی ہے شاق — واں کوششِ طاعت ہے یہاں جوششِ اخلاق
دریا کی طرف چاہ تو قطرے کی عیاں ہے
یاں بحرِ امامت بھی سوئے قطرہ رواں ہے

۱۴ فرشِ رہِ حُر ناصیۂ اہلِ وفا ہے — سجادۂ حر جادۂ تسلیم و رضا ہے
فرسودگیِ پا کا ڈر اس راہ میں کیا ہے — گر سر سے چلے ہر سرِ مو نائبِ پا ہے
سیدھا یہی رستہ سوئے درگاہِ خدا ہے
یہ راہِ علیؑ راہِ نبیؐ راہِ خدا ہے

۱۵ آقا کے عزیز و رفقا حُر کے ہیں مداح — چہرہ ہے کہ قندیلِ ہدایت کی ہے مصباح
آنکھیں ہیں درِ معرفتِ خالقِ فتاح — مژگانِ رسا اس درِ عرفاں کی ہیں مفتاح
باہم پلک و چشم کی کیا جلوہ گری ہے
پر کھولے سرِ حور پہ استادہ پری ہے

۱۶ تصویر کے لکھنے میں ہے مجھ کو یدِ طولا — معنی ہیں مرے نقشِ بقا، لفظ ہے مولا
صنعت کا چمن تختۂ کاغذ پہ ہے پھولا — منصف کو ہنر مانی و بہزاد کا بھولا
مصروفِ رخِ حر کے نظارے میں جو اب ہوں
گلچینِ بہارِ چمنِ قدرتِ رب ہوں

۱۷ اک پتلی اور اک آئینہ، اک آب اور اک خواب ان چاروں میں پیدا ہے نظیرِ رخِ پرتاب
ہے اُن کے زمانے میں مثال ان کی نایاب خورشیدِ جہاں تاب جبیں دیکھ کے بے تاب

تم حر کی جبیں ہے ادبِ سرورِ دیں سے
یہ سجدہ طلب ہے فلکِ ہفت جبیں سے

۱۸ اس مُصحفِ رخسار کی اخلاص ہے تفسیر اس حسن کے دفتر میں فقط عشق ہے تحریر
اس ماہ میں مہرِ شہِ مرداں کی ہے تنویر اس باغ میں ہے بوئے گلِ حضرتِ شبیرؑ

اک ذرہ جو مہر اس رخِ رنگیں کی ضیا لے
عیسیٰؑ گلِ خورشید سے پھر عطر نکالے

۱۹ رمزِ مژہ دیدۂ تر عقل نے جانی اک چشمے پہ دو ابرِ کرم پیتے ہیں پانی
جن کی تہِ محرابِ حرم اشک فشانی اس چشم پہ بینی کا کھلا رازِ نہانی

کیا ابروؤں کے بیچ میں بینی کی ضیا ہے
مابینِ دو قبلہ علمِ دینِ خدا ہے

۲۰ ابرو کی کجی راستیِ طاعت و تقوا سیدھا یہی محرابِ عبادت کا ہے نقشا
پلکیں نہیں زیر و زبرِ مردمِ بینا قدسی پئے طاعت ہیں پس و پیش صف آرا

یہ پتلیاں دو سجدہ گہِ خاکِ شفا ہیں
ہم رنگِ حرم ہیں کہ ملک ناصیہ سا ہیں

۲۱ ہے برقِ نگہ، نورِ شعاعِ رخِ انور! یاں بال و پرِ مرغِ نظر جلتے ہیں یکسر
سرسبز مگر شہرۂ عارض ہوا کیونکر اس تابشِ رخسار سے حاشا نہیں باور

یہ گردِ رخِ سرخ نہیں خطِ سیہ ہے
خاکسترِ نورِ نگہِ اہلِ نگہ ہے

۲۲ بر خاستہ رخ پر صفتِ سبزہ نہیں، حاشا آئینے سے جوہر ہیں اٹھے بہرِ تماشا
ہالے نے بھی مضمون اسی خط کا تراشا مطبوعِ عطارد ہے یہ بے حد و تحاشا

خط اپنا بھی خورشید نے دکھلایا تھا پڑھ کر
اک روزنِ گردوں میں اسے رکھ دیا پڑھ کر

۲۳ دیکھیں یہ رخِ تازہ جو آئینہ اٹھا کر آئینہ کے قالب میں پڑے روحِ سکندر
عکسِ خطِ پشتِ لبِ جاں بخش ہے یکسر زندہ صفتِ کرگسِ شب تاب ہر اک پر

تقریبِ خط و چاہِ ذقن ہر شش رہا ہے
لو ابرِ کرم چشمۂ حیواں سے اٹھا ہے

۲۴ کیوں لب بلب اوصافِ لب حرنہ ہو مشہور لبیک سنائے لبِ کوثر سے جسے حور
تھی بسکہ شراکت لبِ شبیرؑ کی منظور ہونٹ سے لبِ نہر پہ پانی سے رہا دور

لب دیتے ہیں گویا خبرِ غیب جہاں کو
گویا جو نہ ہو لب کوئی پائے نہ دہاں کو

۲۵ مضمونِ دہن غیب سے میں ڈھونڈ کے لایا صانع نے فراغ اس رخِ انور سے جو پایا
تصویر کو بہرِ نظرِ ثانی اٹھایا یعنی کہ نظارہ کروں کیا کیا ہے بنایا

سمجھو نہ دہن نقطہ یہ صانع نے دیا ہے
جو نقش کہ تحفہ تھا، نشاں اس پہ کیا ہے

۲۶ وصفِ دُرِ دنداں میں دہن کرتا ہوں اب وا بن جائیں جو گوہر مرے دنداں تو عجب کیا
ہم تخم فشانی میں تصور اگر ان کا ہر کشت میں گوہر عوضِ دانہ ہوں پیدا

ہنگامِ تبسم نظر آئینہ پہ گر جائے
جوہر کے عوض موتیوں سے آئینہ بھر جائے

۲۷ گوشانہ بنا صورتِ انگشتِ سراپا پر عُقدۂ تعریفِ دو گیسو نہ کیا وا
ہیں گوش دوات اور قلم مو ہیں مہیا۔ مالک ہیں سفیدی و سیاہی کے کمی کیا

گیسوؤں کے شبہ میں ہم آج تلک ہیں
یہ کاندھوں پہ اعمال کے کاتب دو ملک ہیں

۲۸ پرحر کے عمل پر تو خطِ عفو ہے بالکل یہ مدح بھی بے ربط ہے ہنگامِ تأمل
کیا حلقے ہیں، کیا بال ہیں، کیا دورِ تسلسل کونین ہے پابندِ دو زنجیرۂ کاکل

حلقوں سے جو گیسو ہمہ تن چشم بنا ہے
منظورِ نظر چشمِ منور کی ضیا ہے

۲۹ رو کی تھی جو غازی نے عنانِ شہِ ذی شاں — لو آنکھوں میں اب اشکِ ندامت سے ہے طوفاں
ان کشتیوں کا نوحِ ہدایت ہے نگہباں — چوبِ کفِ ملّاح ہے بینیِ درخشاں
ہر چشم کے گوشے سے یہی حُر کو صدا ہے
مایوس نہ ہونا کہ درِ توبہ کھلا ہے

۳۰ ہر لختِ جگر میں عجب آنکھوں کی ضیا ہے — پروانوں نے حلقے ہیں چراغوں کو لیا ہے
رضواں نے پیامِ آمدِ حُر کا جو دیا ہے — حوروں نے چراغاں لبِ کوثر پہ کیا ہے
طوفان کا ان کشتیوں کو ڈر ہے نہ غم ہے
یاں بیچ میں اشکِ غمِ سرور کا قدم ہے

۳۱ کیا گردن و سینہ کی کہوں رفعت و شوکت — یاں شوقِ شہادت ہے، وہاں سر کی الفت
اور ہاتھوں کا کیا پوچھنا اللہ کی قدرت — دامانِ حسینؑ ان میں ہے اور دیں کی دولت
سمجھو نہ کرن بس اسی پنجے کی ضیا سے
خورشید نے پنجہ لیا چہرے پہ حیا سے

۳۲ روشن ہو جو لطفِ کمر آئینہ کے اوپر — بالوں کی طرح دل میں کٹیں گے ابھی جوہر
ہے غنچۂ فردوس شکم، نافِ مُعطّر — یا سوزنِ قدرت کا ہے یہ حلقۂ خوشتر
یہ حلقۂ سوزن ہے تو رشتہ یہ کمر ہے
شیرازۂ اجزائے بدن اس کا ہنر ہے

۳۳ اور کوہ کی ہے پائے مبارک سے یہ نسبت — جیسے کہ فراز اور قرار ایک بصورت
کہسار پہ تو زلزلے کی رہتی ہے آفت — لغزش ہے نہ جنبش ہے انھیں تا بقیامت
ثابت قدم ایسی بھی نہیں زیرِ فلک ہیں
جس راہ میں یہ اب ہیں یہیں حشر تلک ہیں

۳۴ ہے اسلحۂ حُر، کہ سراپائے ظفر ہے — نیزہ قد، اور خودِ سرِ فتح کا سر ہے
ابرو ہے کماں، آنکھ زرہ، پتلی سپر ہے — ناوک ہے زباں، مدِّ نگہ تیغِ کمر ہے
چار آئینے یہ فتح کے ہیں چار عناصر
وہ چار عناصر ہیں یہاں حافظ و ناصر!

۳۵ پتلی میں نظر آتا ہے ملبوس کا نقشا — لیکن سپرِ حُر ہے وہ پتلی کہ کہوں کیا
دیکھے جو اسے صاف رخِ فتح ہو پیدا — یہ روزِ ازل سے ہے رفیقِ شہِ والا
حفظ ان کے لیے فرش سے لے عرش تلک ہے
حُر کے صِغرِ سن کی سپر ایک فلک ہے

۳۶ آسان نہیں جو وصفِ کماں آج کریں ہم — اک چلّہ نہ دو چلّہ چہل سال بھی ہے کم
یہ ہے مہِ نو اور کرن تیرِ شرر دم — مشرق سے اگر چھوٹیں تو مغرب ہی میں لیں دم
جو تارِ مژہ بہرِ ہدف مدِّ نظر ہو
لے جائیں یہ تیر اور پلک کو نہ خبر ہو

۳۷ حُر کو ہنرِ تیر و کماں یاد ہیں دل خواہ — ہے دستِ کماندار مہِ نو یہاں کوتاہ
گو مشقِ کمانداری اسے رہتی ہے ہر ماہ — زہ کر کے کماں کو یہ مقابل ہو جو ناگاہ
اک شب مہِ نو آئے کماں کھینچ کے آگے
اور بعدِ دو ہفتہ تو سپر چھوڑ کے بھاگے

۳۸ کیوں تیر کے پلّے سے شش و پنج نہ پائے — یہ ہفت فلک کو ہدف اک بار بنائے
الزام کماں سے مفر اس پر بھی نہ پائے — کھنچ کر یہ کماں ہندسۂ ہشت بنائے
ششدر ہیں وہاں ہفت فلک سرورِ واں سے
یاں ایک ہدف کی ہے کمی حکم کماں سے

۳۹ فرمانِ شہ فتح ہے شمشیرِ دلاور — آتش نفس و شعلہ شرر صاعقہ پیکر
ہے دستخطِ فتح پر اک فقرۂ جوہر — یہ خط ہے، نیام اس کا لفافہ ہے سراسر
خط سے کوئی شے چاک ہو یہ حرف غلط ہے
پر جلدِ بدن پرزے جو کرتا ہے یہ خط ہے

۴۰ گر خنجرِ حُر معرکہ آرائی پر آئے! — تیغِ مہِ نو حشر کی سب کو نظر آئے
لاغر یہ فلک ہو کہ نہ ذرے سے بر آئے — انجم کی زرہ اس کے بدن سے اتر آئے
خنجر کبھی نکلا تھا سو گرمی کے سبب سے
لرزہ، یرقاں، تپ، شہِ خاور کو ہے تب سے

۴۱ چار آئینہ کی گتھیں ہوں ششدر و ناچار   عینک کے یہ چشمے ہیں عناصر کے لیے چار
یا چار فرشتوں کے ہیں یہ طالع بیدار   ہے چار طرف روشنی خالقِ غفار
چار آئینوں کی پشت میں تن کی جو ضیا ہے
آئینۂ دو رویہ ہر آئینہ بنا ہے

۴۲ مدّعِ علم حضرت عباسؑ قدرِ پاک   سب فوجِ خدا سایے سے جس کے ہے فرح ناک
اڑتا ہوا آتا ہے اِدھر توسنِ چالاک   جیسے طرفِ عرش براقِ شہِ لولاک
واں قربِ خدا کا تھا یہاں نورِ خدا کا
واں ساتھ تھا جبریل کا یاں بختِ رسا کا

۴۳ کیا منہ جو بلائیں سوئے حُر ہاتھ اٹھائیں   اب فاطمہؑ کے ہاتھ ہیں اور حر کی بلائیں
دیتے ہیں نبیؐ لاکھ زبانوں سے دعائیں   اب وقت وہ پہنچا ہے کہ شہ لینے کو جائیں
سُکّانِ فلک ہیں نہ جُدا حق کے کرم سے
لپٹے ہیں رکابوں سے ملک، حوریں قدم سے

۴۴ پر کھولے زبرجد کے سرِ حُر پہ ہیں جعفر   ہیں دوش پہ ہاتھوں کو رکھے حمزہؑ و حیدرؑ
موسیٰؑ یدِ بیضا پہ دھرے ساغرِ کوثر   عیسیٰؑ ہیں لیے مائدۂ رحمتِ داور
جبریل کی یہ چار طرف نعرہ زنی ہے
"حُر پنجتنی پنجتنی پنجتنی ہے"

۴۵ سیدانیاں بچوں کو لیے در پہ ہیں ایستاد   خیمہ سے عصا تھامے نکل آئے ہیں سجادؑ
بن نام لیے حُر کا ہوئے جاتے ہیں سب شاد   چلاتی ہے فضّہ کہ یہ ساماں ہے خداداد
آقا مرا لینے کے لیے جاتا ہے لوگو
حُر آتا ہے، حُر آتا ہے، حُر آتا ہے لوگو

۴۶ یاں غل تھا کہ واں حر بھی قریب آپ کے پہنچا   بالائے زمیں گاڑ دیا نیزے کو اک جا
اور باندھ کے نیزے میں عناں گھوڑے سے اترا   عمامہ کیا سر سے جدا، پاؤں سے موزا
رخسار پہ ہاتھوں سے ملا خاکِ شفا کو
رو رو کے لگا دیکھنے شاہِ شہدا کو

۴۷ گاہے تو قدم جذبۂ الفت سے بڑھاتا   یاد آتی خطا اپنی تو پیچھے کو ہٹاتا
عباسؑ کو ہاتھوں کے اشارے سے بلاتا   گاہے یہ عزاداروں کو تصور میں سناتا
قاسمؑ، مرا سر کاٹ کے سرکار میں لے جاؤ
اکبرؑ، مجھے شبیرؑ کے دربار میں لے جاؤ

۴۸ آقا سے کہو حر کو تہِ تیغ بٹھاؤ   آیا ہے گنہ گار، سزا دینے کو آؤ
درّہ شہِ مرداں کی عدالت کا منگاؤ   اے نورِ خدا نارِ جہنم سے بچاؤ
تعزیر اگر دو، تو عدالت ہے تمہاری
اور عفو جو فرماؤ عنایت ہے تمہاری

۴۹ سادات کا آئینۂ دل میں نے ہے توڑا   گر سنگ پڑیں حر پہ قصاص اس کا ہے تھوڑا
ہے ہے یہ غضب، روکا نبی زادے کا گھوڑا   ہے ہے مرے سید، پسِ دنیا تجھے چھوڑا
امدادِ خجالت سے تردّد میں پڑا ہوں
فریاد، رہِ دوزخ و جنت میں پڑا ہوں

۵۰ سرکار تری شافعِ محشر کی ہے سرکار   اور گرم ازل سے تری بخشش کا ہے بازار
پھر جنسِ ہنر لے کے کدھر جائے گنہ گار   حُر سا تو فروشندہ ہے اور تجھ سا خریدار
کس نے عوضِ عفوِ گنہ مول لیا ہے
یہ رتبۂ خاص اپنا تجھے حق نے دیا ہے

۵۱ حیران کھڑا ہوں میں کہاں تھا کدھر آیا   گمراہ پڑا پھرتا تھا، اب راہ پر آیا
ایمان کے چشمے پہ مثالِ خضر آیا   بندے کو خدا ساتھ تمہارے نظر آیا
یہ عیش، یہ عزت نہیں ماں باپ کے گھر میں
ایمان کی دولت ہے فقط آپ کے گھر میں

۵۲ فردوس و جہنم کے تو قاسم کا پسر ہے   جنت ہے تری سمت، سقر سوئے عمر ہے
کہہ دو یہ غلام آپ کا اس وقت کدھر ہے   شبیرؑ پکارے مرے دل میں ترا گھر ہے
لے تیری سفارش کو رسولِؐ امم آئے
مہمان! کھڑا رہ تیرے لینے کو ہم آئے

۵۳ سن کر یہ ندا ڈیوڑھی سے زینبؑ بھی پکاری — صدقے گئی، بھیا کی بھی منگوا دو سواری
میں لینے چلوں گی ترے مہمان کو واری — رستے ہی میں خلعت اسے پہناؤں گی بھاری
حُرؑ بھی تو ہو واقف کہ بہن ہے یہ سخی کی
مہمان کی یہ قدر ہے بیٹی کو علیؑ کی

۵۴ ۔ عباسؑ سے کہہ دو کہ کریں پردے کا سامان — ہودج کسی ناقے پہ دھریں جلد شتربان
ماں باپ مرے حُر پہ فدا، اور میں قربان — مظلوم کا مہماں ہے محتاج کا مہمان
اب آپ پہ قربان یہ ہو جائے گا آکے
لے لوں میں بلائیں تو بھلا راہ میں جاکے

۵۵ ناگاہ دو آوازیں برابر ہوئیں پیدا — زینبؑ، تری ہمت پہ فدا حیدرؑ و زہراؑ
ہودج کی سواری کی نہ رکھ آج تمنا — عباسؑ کو پردے کے لیے در پہ نہ بلوا
لکھا ہے سوار آج جو زینبؑ ہو تو کیا ہو
نے اونٹ پہ محمل نہ ترے سر پہ ردا ہو

۵۶ گر لانے کو حر کے ہے سواری کا ارادہ — زہراؑ و علیؑ لینے کو جاتے ہیں پیادہ
یہ اس کا ہے مہمان جو کُل کا ہے شہزادہ — اللہ کو ہے خاطرِ حُر سب سے زیادہ
حُر کے لیے فردوس کے در کھول دیئے ہیں
اور عفو کی میزان میں گنہ تول دیئے ہیں

۵۷ واں لشکرِ حق سے کے بڑھا حق کا وہ پیارا — حُر پاؤں پہ گرنے کو بڑھا آگے قضا را
تب شمرِ لعین آکے برابر یہ پکارا — شبیرؑ خبردار یہ دشمن ہے تمہارا
سر پاؤں پہ اور تیغ سرِ شہ پہ دھرے گا
یہ عذر ہی کرنے میں تمہیں قتل کرے گا

۵۸ انصاف کرو پہلے تمہیں کس نے ستایا — یہ حُر ہے وہی حُر، جو تمہیں گھیر کے لایا
اس وقت ہے شیریں سخنی کرنے کو آیا — شب تیرے لیے زہر میں خنجر ہے بجھایا
عباسؑ سے کہہ دو اسے آگے سے ہٹا دیں
یہ یوں نہیں مانے گا اسے آپ سزا دیں

۵۹ حُر سہم کے منہ شہ کا لگا دیکھنے اس آن — آقا نے کہا شمر سے جا دفع ہو شیطان!
اللہ سے ڈر حضر کو بہکاتا ہے نادان — حُر میرا گلا کاٹے گا کاٹے نہیں نقصان
سمجھاتا ہے تو حر سے کنارا کرو ہٹ جاؤ
بابا مرے کہتے ہیں گلے اس کے لپٹ جاؤ

۶۰ تب دوڑ کے قدموں پہ گرا حرِ خوش اوقات — موزے پہ ملا آنکھوں کو رو کر کہی یہ بات
حقا کہ گنہ گاروں کی ہے شرم ترے ہات — "اَدْرِکْنِیْ وَالعَفْو"، میں شرمندہ ہوں ہیہات
شہ نے کہا جب تو نے اِدھر قصد کیا تھا
میں نے بھی خدا نے بھی تجھے بخش دیا تھا

۶۱ پر تھامے رکابِ فرسِ حرِ وفادار — فرمایا کہ لے بھائی تو گھوڑے پہ ہو اسوار
حُر نے کہا آقا نہیں میں ہوں گا گنہ گار — شہ بولے یہی میری خوشی ہے نہ کر انکار
درگاہِ الٰہی میں تری قدر بڑی ہے
زہرا ترے مَرکب کی عناں تھامے کھڑی ہے

۶۲ حُر بیٹھ کے گھوڑے پہ یہ بولا شہِ دیں سے: — تم چاہو جسے عرش پہ لے جاؤ زمیں سے
آیا جو درِ خیمہ پہ وہ راہِ یقیں سے — جاروب دی پلکوں سے کیا سجدہ جبیں سے
حر کا درِ سادات پہ کامل ہوا رتبہ
سلمانؓ کا، جبریلؑ کا حاصل ہوا رتبہ

۶۳ کی ہدیوں کی کشتی حرمِ شاہ نے تیار — خوش ہو کے سکینہ نے دیئے گوہرِ شہوار
غلمانؑ لے آئی وہیں کلثوم خوش اطوار — کشتی پہ ردا ڈال دی زینبؑ نے پھر اک بار
فضہؑ سے کہا تحفہ یہ حر کے لیے لے جا
کہنا مرے حر سے کہ غریبوں نے ہے بھیجا

۶۴ کشتی لیے مہماں کے حضور آئی وہ خوش ذات — حُر بولا کہ یہ کیا ہے؟ کہا تحفۂ سادات
زینبؑ نے بھی دروازے سے آکر یہ کہی بات — بھائی نہ تواضع تری کچھ ہو سکی ہیہات
یاں لا کے فلک نے ہمیں نادار کیا ہے
اس وقت جو موجود تھا، وہ بھیج دیا ہے

۶۵ حر نے کہا، اے قبلۂ اربابِ سخاوت   چادر کے عوض تو مجھے دو حلۂ جنت
گوہر کے بدل آبروئے روزِ قیامت   خلخال کی حاجت نہیں بجز حلقۂ بیعت
کھانے کے عوض توشۂ راہِ ابدی دو
پانی کے عوض آبِ حیاتِ ابدی دو!

۶۶ زینبؑ کی سخاوت کہوں یا حر کی تمنا   الفت ہے بہم مادر و فرزند کی پیدا
حر نازسے کہتا تھا: یہ درجہ دو وہ درجا   وہ کہتی تھی یہ بھی دیا وہ بھی تجھے بخشا
غل تھا کہ سخی فاطمہؑ کی بیٹی کو پا کر
کیا لوٹ رہیں حر آج پڑا ہے ادھر آ کر

۶۷ تا گہ پئے تسلیم جھکا شاہ کا شیدا   رو کر کہا زینبؑ نے یہ کس بات کا مجرا؟
وہ بولا کہ اب ہوں گا نثارِ سرِ مولا   سب درجوں سے پہلے ہے شہادت کی تمنا
زینبؑ نے کہا: سر پہ یہ الزام نہ لوں گی!
سب کچھ تجھے دوں گی پہ رضا اس کی نہ دوں گی

۶۸ ہے دھوپ غضب، سایے میں دم لے مرے مہماں   خیمہ میں رفیقوں کے تو آرام کر اس آں!
ہم دونوں بہن بھائی ہیں بے کس تو تقیں جاں   رہ میری حمایت کو دیا اُن پہ ہو قرباں
سید کے عوض سر کا کٹانا بھی ہے اچھا
سیدانی کی چادر کا بچانا بھی ہے اچھا

۶۹ سنتی ہوں کہ اب دوپہر اُسے حر جو ڈھلے گی   تلوار پیمبرؐ کے کلیجے پہ چلے گی!
مشکل مرے بھائی کی مرے آگے چلے گی   تو ہو گا تو چادر مری یہ فوج نہ لے گی
محشر کو یہ کہتی ہوئی اُٹھوں گی لحد سے
پردہ مرا آفت میں رہا حُر کی مدد سے

۷۰ حُر نے کہا، ہر طرح سے مشکل ہے مجھے ہائے   بہتر ہے یہی پہلے سر اس بندے کا کٹ جائے
شہزادی ہو سر ننگے، نہ آقا پہ بلا آئے   سر پیٹ کے زینبؑ گری اور بولی کہ اے وائے
بے چین ہے حر شوق میں فردوسِ عُلا کے
سیدانیو! رخصت کرو مہماں کو آ کے

۷۱ اللہ نگہبان، ہر اک بی بی پکاری   آقا سے کہا حُر نے بصد نالہ و زاری
اب آخری اک عرض ہے خدمت میں تمہاری   آنا نہ اٹھانے کے لیے لاشِ ہماری
فاقوں میں کہاں ڈھونڈتے مردے کو پھرو گے
تڑپے گی مری روح جو غش کھا کے گرو گے

۷۲ شہ نے کہا لپٹا کے گلے حر کو مکرر!   کیا فاقوں میں کم ہو گئی ہمت بھی برادر
شبیرؑ ہے عباسؑ ہے قاسمؑ ہے اور اکبرؑ   یہ سب تجھے کاندھے پہ اٹھا لائیں گے مل کر
اے حر ترے مُردے کے تو وارث نہیں کم ہیں
جس کا کوئی لاشہ نہ اٹھائے گا وہ ہم ہیں

۷۳ یہ سن کے چلا حُر تو بہن شہ کی پکاری   کچھ مجھ سے بھی کہتا ہوا جا میں ترے واری
حُر بولا کہ تنہائی کا غم دل پہ ہے طاری   اُس فوج میں گو مادر و زوجہ ہے ہماری
پر بے کس و بے یار ہے یہ اہلِ وفا ہے
اب آپ جو راضی ہیں تو ماں حر کی فدا ہے

۷۴ مُردے پہ بھی میرے وہ نہیں آنے کی حاشا   پر آپ سلامت رہیں پروا ہے مجھے کیا
لاشہ مرا آئے تو کنیزوں سے یہ کہنا   ماتم مرے لاشے پہ کریں باندھ کے حلقا
مشہور نہ بے کس یہ غلام آپ کا ہو گا
عزت مری بڑھ جائے گی نام آپ کا ہو گا

۷۵ غصّے ہوئی شفقت کے سبب دخترِ زہراؑ   فرمایا کہ اے حر! ہمیں بے درد تو سمجھا
ہے لونڈیوں کے رونے کا دستور بھلا کیا   تیرے لیے سیدانیاں سر پیٹیں گی اپنا
اے حر! تجھے مرنے پہ یہ احوال کھلیں گے
لاشے پہ ترے فاطمہؑ کے بال کھلیں گے

۷۶ ہے فاطمہؑ کے چھوٹے بڑوں پر ترا احساں   کلثوم سر اپنا کرے گی لاش پہ عریاں
گھبرا مری ہوئے گی تری لاش پہ قرباں   پھاڑے گی سکینہ مری ننھا سا گریباں
تا عرش بریں نالۂ سادات اٹھے گا
اصغر کا بھی ماتم میں ترے ہات اٹھے گا

٧٧ عباسؑ ہلادیں گے تری لاش پہ رومال   رخ اپنا تیرے خون سے اکبر کریں گے لال
پونچھے گا لہو زخموں سے خود فاطمہؑ کا لال   چو گردِ حرم ہوویں گے سب کھولے ہوئے بال
میں روؤں گی اور شاہِ امم روئیں گے تجھ کو
زہراؑ کی ندا آئی کہ ہم روئیں گے تجھ کو

٧٨ حر نے کہا: اللہ! یہ ہے قدر ہماری   تحصیلِ شہادت کا ہوا وَلوَلہ طاری
توسن کو کیا گرم سوئے فرقۂ ناری   جاتے ہی خطِ تیغ کا فرماں کیا جاری
تھی ایک زباں تیغ کی لیکن ہیں بیاں دو
یا بیعتِ مولا کرو یا حرب میں جاں دو

٧٩ تھی روح جو ملکِ تنِ کفار میں عامل[٣٤]   اور قریۂ ہر سینہ میں تھی تشنگیِ دل
اعضا و رئیس ان کی رعیت میں تھے داخل   سب قحط رسانی عبادت میں تھے غافل
اک اک پہ دو دُشتک[٣٥] پسِ میدانِ وغا کی
اک تیغ شرربار کی اور ایک قضا کی

٨٠ پلکوں کے رسالے ہوئے سب برطرف اُس دم   تھے پانچ جواں پنجہ کے دستے میں جو باہم
یک دست گرے کٹ کے تہِ تیغ شرر دم   باقی جو رہے اور، سو دا خلِ جہنم
صف مثلِ پلک زیر و زبر پیشِ نگہ تھی
شحنہ تھا، نہ عامل، نہ رعیت، نہ سپہ تھی

٨١ موجِ دمِ شمشیر کی دیکھی جو روانی   دہشت سے زرہ پوشوں کا زہرہ[٣٦] ہوا پانی
آسان رہائیِ بدن یزم سے جانی   ہر حلقۂ جوشن کی کڑی قید نہ مانی
یوں صاف زرہ سے تھا رواں زہرہ عدو کا
جس طرح گرے جال سے پانی لبِ جو کا

٨٢ تھا بختِ ترقیِ ظفر تیغ سے پیدا   وہ اک قدِ نیزہ سرِ اعدا سے بھی بالا
بے وجہ تہِ خاک تنزل نہ تھا اس کا   خوں پونچھتی تھی دامنِ صحرا سے وہ اپنا
گر تابعِ سبطِ شہِ لولاک نہ ہوتی
جز دامنِ محشر وہ کبھی پاک نہ ہوتی

٨٣ بیکار ہر اک دستِ سپر تھا دمِ پیکار   سالوں کی طرح خشک ہوئے پنجۂ کفار
تھا مثلِ رکابوں کے تہی قالبِ اسوار   اور سہم سے تھے ناوکِ خود رفتہ کماندار
اک نہر زرہ پوشوں کے خوں کی جو بہی تھی
موجوں کی طرح آپ زرہ کانپ رہی تھی

٨٤ ترکش میں عدو ڈھونڈھتے تھے نیزوں کو ہر بار   زِہ کرتے تھے نیزوں کو کمانوں میں ستمگار
گھہ جائے سپر روکتے تھے چہرے پہ تلوار   تیغوں کی جگہ ڈھالوں کا کرتے تھے کبھی وار
دہشت سے سپر گرتی تھی شمشیر سے پہلے
ہاتھوں سے کماں چھوٹتی تھی تیر سے پہلے

٨٥ اک دوش سے سر گرتا تھا اک دوش سے واں ڈھال   ڈر کر ہوئے کاندھوں سے جدا کاتبِ اعمال
کیا صفدریِ رخشِ جہندہ[٣٧] کا کہوں حال   حر مورچہ یکسر صفتِ مورچہ پامال
خوابیدۂ آغوشِ لحد جاگ رہے تھے
کشتے صفتِ ریگِ رواں بھاگ رہے تھے

٨٦ جن کا کہ قوی کوہ سے تھا زور میں پایا   لاغر یہ انھیں تیغ کی ہیبت نے بنایا
مغفر نے شگاف ایک ہی گر تیغ کا پایا   موزوں کی طرح پاؤں سے پھر خود اتر آیا
آدھے جو بدن ہو گئے تھے تیغ کے ڈر سے
باہر تھی زرہ تن سے، کمر بند کمر سے

٨٧ اللہ ری ضربِ دمِ تیغ شرر افشاں   سکتے میں زمیں، رعشہ میں چرخ، خوف میں انساں
کہسار و بحار و فلک شہر و بیاباں   پُر زلزلہ، پُر غلغلہ، پُر شور و پُر افغاں
اک حر نے جو میداں کو لاشوں سے بھرے تھے
ہے رمز، علیؑ[٣٨] پشت پہ ہاتھ اپنا دھرے تھے

٨٨ جب پست ہوا حوصلہ کفار کا سارا   جز مکر و فریب اور نہ کچھ ہو سکا چارا
اک غول سوئے خیمۂ شہ آ کے پکارا   اے شمر! مبارک ہو کہ شبیرؑ کو مارا
جس کو سرِ زینبؑ کی ردا لینی ہو آئے
اس خیمہ میں اب آگ جسے دینی ہو آئے

۸۹ خیمے کو جلا دو دہل فتح بجاؤ   عباسؑ اور اکبرؑ کے لیے بیڑیاں لاؤ
مختار ہو سر کاٹ کے زنجیر پنہاؤ   چاہو جہاں سادات کو سر ننگے پھراؤ
لو دیکھو یہ نیزے پہ سرِ شاہِ زمن ہے
وہ بھائی کے لاشے پہ پڑی غش میں بہن ہے

۹۰ امداد کا یہ وقت ہے ہمت کو نہ ہارو   سیدانیاں بے وارثی اب ہو گئیں یارو
جو لوٹ کی رکھتے تھے ہوس اُن کو پکارو   اصغرؑ کی بھی سب ہنسلیاں منت کی اتارو
اس وقت نبی فاطمہؑ آفت میں پڑے ہیں
ہم بیچ میں گھیرے ہوئے شیروں کو کھڑے ہیں

۹۱ حُر سے کہو کیوں لڑتا ہے مارے گئے شبیرؑ   لوٹے یہ اگر بیووں کو تو بخش دو تقصیر
یہ بھی ہے تمہارا ہی نہ دو کچھ اسے تعزیر   سمجھاؤ کہ پھر ہے وہی منصب وہی جاگیر
نیزے پہ اسی کے رکھو شبیرؑ کے سر کو
صاف اس کی طرف سے کرو سمجھا کے عمر کو

۹۲ اس غول کا تو آہ یہ آوازہ سنانا   یک دفعہ یہ سب فوج کا نقارہ بجانا
اودھر کا وہ گھبرا کے ادھر منہ کو پھرانا   بس منہ کو پھرانا کہ سناں پشت پہ کھانا
غل اٹھا، وہ مارا، وہ لگی برچھی قضا کی
حر بولا: دغا کی، ارے ملعونو! دغا کی

۹۳ آقا کو پکارا، مدد، اے حق کے فدائی   بے ساختہ دوڑے شہِ دیں، تاب نہ آئی
زینبؑ نے کہا: میں بھی چلوں لاشے پہ بھائی!   شہ بولے: ابھی ٹھہرو، یدُ اللہ کی جائی
تب جائیو تم خاک اڑاتی ہوئی سر پر
جب برچھی لگے گی علیؑ اکبر کے جگر پر

۹۴ القصہ اٹھا لائے اسے گود میں آقا   دامن سے غبار اُس کے رخِ پاک کا پونچھا
اور ماتمِ حُر فوجِ خدا نے کیا برپا   عریاں کیا قاسمؑ و اکبرؑ نے سر اپنا
خونِ جگر آنکھوں سے بہانے لگے عباسؑ
دامانِ علم منہ پہ ہلانے لگے عباسؑ

۹۵ ناگاہ شہِ دیں سے کہا حُر نے یہ رو کر   جتنے ہیں عزیز آپ کے اے سبطِ پیمبرؐ
کہہ دو مرے بالیں پہ کھڑے ہوں وہ برابر   حسرت سے پھروں لوٹتا ایک ایک قدم پر
شہ نے کہا: مہمان! ترا دھیان کدھر ہے
زانوئے رسولِ عربیؐ پر ترا سر ہے

۹۶ یہ سن کے ہوا داخلِ رحمت وہ خوش اقبال   زینبؑ نے صدا ڈیوڑھی سے دی شہ کو بصد حال
تم رہیو گواہ اے نبیؐ و فاطمہؑ کے لال   زینبؑ ترے مہمان کے لیے کھولتی ہے بال
پیدا نہ وفادار کوئی ہووے گا حُر سا
میں حُر کے لیے روتی ہوں تم دو مجھے پرسا

۹۷ یہ سن کے گرے لاشۂ حُر پر شہِ ذی جاہ   اور مرثیۂ حُر میں کئی شعر پڑھے آہ
مضموں ہے یہ اُس کا کہ یہ فرماتا تھا وہ شاہ   واللہ خوشا حُر کہ بڑا صبر کیا واہ
ہر سمت سے نیزے ہوئے پار اس کے جگر سے
پر مجھ کو یہ دیکھا کیا الفت کی نظر سے

۹۸ واللہ خوشا حُر، مرا پیارا، مرا پیارا   جس وقت حسینؑ اُس کو مصیبت میں پکارا
بے کس کی مدد سے نہ کیا اُس نے کنارا   خود نیک تھا سو نیک کی خاطر گیا مارا
جان اس پہ تصدق پسرِ خیرِ نسا کی
یہ بندہ ہے وہ جس نے مدد کی ہے خدا کی

۹۹ حق نانا کے کلمے کا ادا اس نے کیا ہے   کیا ساتھ محمدؐ کے نواسے کا دیا ہے
جو دین کا رتبہ تھا وہ پہچان لیا ہے   اس مُردے کے چہرے پہ عجب نور و ضیا ہے
میں سنتا ہوں جس طرح سے روتی تھی یہ زہراؑ
مظلوم کے فدیے پہ فدا ہوتی تھی زہراؑ

۱۰۰ واللہ خوشا حُر کہ یہ پیاسا اِدھر آیا   اور پانی کا قطرہ بھی ضیافت میں نہ پایا
واللہ خوشا حُر، کہ فقط نیزہ تو کھایا   اور بھوک میں یہ دھیان بھی کھانے کا نہ لایا
چلاتا تھا لاشہ کہ سخی تم سا کہاں ہے
اب حصۂ حُر کوثر و گلزارِ جناں ہے

۱۰۱ اب آگے یہ راوی نے تحقیق ہے لکھا   مقتل میں رکھا شاہ نے لے جاکے وہ لاشا
اور تیغ و سپر لے کے بڑھا لشکرِ اعدا   تا عصر قلم ہو گیا سب گلشنِ زہراؑ
اللہ پہ شبیرؑ تصدّق ہوئے رن میں
اُمّت کے لیے بندھ گئے سادات رسن میں

۱۰۲ میدان میں مقام اہلِ جفا نے کیا اک شب   اور فوج میں محبوس ہوئے اہلِ حرم سب
بے گور تھے شبیرؑ نظر بند تھی زینبؑ   تھی شمر کی تاکید کہ روئے نہ کوئی اب
سر پیٹیں گے تو اب سرِ سادات کٹیں گے
ماتم جو کرے گا کوئی اب ہات کٹیں گے

۱۰۳ ناگاہ ہوا گنجِ شہیداں تہہ و بالا   اور مشعلوں سے ہو گیا مقتل میں اجالا
زینبؑ نے سنا لاشۂ شبیر کا نالا   بولی کوئی ہووے گا نہیں پوچھنے والا
لو، روحِ حسینؑ ابنِ علیؑ روتی ہے لوگو
شاید کسی لاشے پہ جفا ہوتی ہے لوگو

۱۰۴ سر کاٹ چکے، کام بھلا لاشوں سے کیا ہے   مُردوں سے قصاص آہ کسی نے بھی لیا ہے؟
ہے ہے نہ حمیّت نہ عدالت نہ حیا ہے   کفنانے کے بدلے یہ شہیدوں پہ جفا ہے
کیسا یہ غضب ہے ہمیں رونے نہیں دیتے
مُردوں کو بھی آرام سے سونے نہیں دیتے

۱۰۵ بانو نے کہا ہو نہ ہو اصغرؑ پہ ہے بیداد   ننھا سا گلا کاٹ رہا ہے کوئی جلّاد
پھر دودھ شلوکے پہ مرا بہتا ہے، فریاد   یہ چھوٹا سا سن اور یہ جفا اور یہ روداد
پہلے تو لگا حرملہ کا تیر گلے پر!!
اب پھرتی ہے جلّاد کی شمشیر گلے پر!

۱۰۶ کچھ سوچ کے کلثوم یہ کرنے لگی نالا   اکبرؑ کے جگر سے ہے کوئی کھینچتا بھالا
چلّائی سکینہؑ مرا دل ہے تہہ و بالا   ہے سارے شہیدوں کو پناہ شہ والا
اندیشہ چچا جان کی میّت کا بڑا ہے
تنہا وہی اک لاشہ ترائی میں پڑا ہے

۱۰۷ زینبؑ پہ قلق اور بھی زیادہ ہوا طاری   مقتل کو بندھے ہاتھ اٹھا کر یہ پکاری
بھیا کہو کیوں روح ہے بے چین تمہاری   آئی یہ ندا: اے اسداللہ کی پیاری
پھر ذبح کے صدمے میں حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
اب مادرِ حر لاشۂ حر لے کے چلی ہے

۱۰۸ سن کر یہ ندا بیبیاں بھی رونے لگیں اکبار   یاں گنجِ شہیداں میں قیامت تھی نمودار
تھی مادرِ حر لاش کے لے جانے کو تیّار   ہم قوم کئی عورتیں اس کی تھیں مددگار
اغلب تھا گرے عرشِ خدا پھٹ کے زمیں پر
طعنوں سے نمک پاش تھی زخمِ شہِ دیں پر

۱۰۹ کہتی تھی کہ واہ اے جگرِ حیدرِ صفدر   کٹوا دیا ساتھ اپنے مرے لال کا بھی سر
کیوں سبطِ پیمبرؐ ہے یہی عدلِ پیمبرؐ   برباد کیا اپنی طرح اور کا بھی گھر
یہ شیرِ جواں خاک پہ افتادہ ہے کس کا
میں تو نہیں واقف تو نبی زادہ ہے کس کا

۱۱۰ گہ لاشۂ حر سے تھی مخاطب وہ بد افعال   کیوں ماں کو بھی ساتھ اپنے تو لے ڈوبا مرے لال
ہو جائے گی اب ضبط مری ملک مرا مال   میں بھی تو ذرا دیکھ ترا کرتی ہوں کیا حال
بے چین سے تو سوئے گا اب سر کو کٹا کر
رکھوں گی کہیں دور تری لاش کو جا کر

۱۱۱ لاشہ یہ ندا دیتا تھا، ہرگز نہ اٹھانا   ملعونہ نہ سرک ہاتھ بھی مجھ کو نہ لگانا
اے خارجیہ حر کو نہ آقا سے چھڑانا   میں حق پہ موا ہوں، ہے خدا عالم و دانا
مجھ کو نہ ترا رنج نہ زوجہ کا الم ہے
غم ہے تو نبی زادیوں کے لٹنے کا غم ہے

۱۱۲ رحم آیا نہ ملعونہ کو واحسرت و دردا   پاؤں میں ردا باندھ کے اُس لاش کو کھینچا
فریاد کی لاشے نے سوئے لاشۂ مولا   آقا میرے! دیکھو یہ مجھے دیتے ہیں ایذا
جیتے ہوئے مجھے جدا دور رہا شاہِ امم سے
مُردہ یہ جدا کرتے ہیں آقا کے قدم سے

۱۱۳ دیکھوں کہ ہے اب روح کو کیا صدمہ اٹھانا — بستی سے شہیدوں کی کدھر ہوتا ہے جانا
آقا نے ندا دی کہ ذرا رنج نہ کھانا — جب چاہیو ملنے کو شہیدوں سے تو آنا
راضی برضا رہ یہی مرضیِ خدا ہے
عباسؑ کا لاشہ بھی تو بھائی سے جدا ہے

۱۱۴ اے حُر تو جدا ہم سے نہ ہوگا کسی عنواں — دنیا کے فرشتوں کو خدا کا ہے یہ فرماں
مغرب میں اگر دوست ہو شبیرؑ کا بے جاں — بٹھلا کے پروں پر اسے پہنچا دے اسی آں
تو بعدِ جدائی بھی شریکِ شہدا ہے
لشکر سے ہراول بھی کہیں دور رہا ہے؟

۱۱۵ ناگاہ وہ ملعونہ چلی کھینچتی لاشا — شق ہو گئے سب زخم بدن پھٹ گئے اعضا
لائی وہاں مردے کو کہ اب قبر ہے جس جا — بے رحمی سے چھوڑا اسے ویرانے میں تنہا
کہتی تھی کہ اس کے لیے رونا بھی خطا ہے
صدقے جو ہو شبیرؑ پہ یہ اس کی سزا ہے

۱۱۶ منہ ڈھانپنے کو زوجۂ حُر مُردے پہ آئی — اور قوم کی سب عورتوں کو ساتھ وہ لائی
ماتم کیا ایسا کہ زمیں واں کی ہلائی — سب گرد کھڑی لاش کے دیتی تھیں دُھائی
ناگاہ ندا آئی کہ اے بی بیو سر کو
سرکو، کہ یہاں حور و ملک پیٹیں گے سر کو

۱۱۷ گھبرا کے ہٹیں بی بیاں لاشے سے تو دیکھا — اک شور ہے اک دھوم ہے اک حشر ہے برپا
قبلے سے چلا آتا ہے اک ہودجِ زیبا — اور اس پہ سیہ پردے لٹکتے ہیں سراپا
سب فوجِ ملک پشت پہ سر کھولے ہوئے ہے
جو حور جلَو میں ہے وہ سر کھولے ہوئے ہے

۱۱۸ لاشے کے سرہانے پہ جو آئی وہ سواری — سر پیٹ کے ہودج سے تب اک بی بی پکاری
حورو تمہیں معلوم ہے حالت تو ہماری — دُرّے کی جراحت مرے شانے پہ ہے کاری
تم ہاتھ پکڑ لو، جو اٹھا لو، تو میں اتروں
پہلوئے شکستہ کو سنبھالو، تو میں اتروں

۱۱۹ حورو! مجھے اس لاش کی بالیں پہ بٹھا دو — زخموں کا لہو لے کے مرے منہ پہ لگا دو
مُردے کے تلے میری ردا جلد بچھا دو — اور کان میں چپکے سے مرا نام بتا دو
کہہ دو کہ عزاداروں کا سامانِ عزا دیکھ
اُس ماں کی جفا دیکھی ہے اِس ماں کی وفا دیکھ

۱۲۰ حوروں نے اتارا تو فغاں لب پہ یہ لائی — [ہے ہے] مرے مہماں مرے بے کس کے فدائی
[میں باغ جناں] چھوڑ کے رونے تجھے آئی — پہچان مجھے کون ہوں میں غم کی ستائی
لاشے نے ندا دی کہ مری مرتبہ داں ہو
خاتونِ جناں حضرتِ شبیرؑ کی ماں ہو

۱۲۱ زہرا نے کہا مرتبہ داں تیرا خدا ہے — محسن ہے مرا، تجھ پہ مری روح فدا ہے
تو پیشِ رو لشکرِ شاہِ شہدا ہے — تو فخرِ سلیمانؑ ہے کہ حیدرؑ کا گدا ہے
یہ کہہ کے جو اس لاش پہ [زہرا نے] فغاں کی
بس نطقِ دبیر اب نہیں طاقت ہے بیاں کی

۱۲۲ کیا خوب دبیرؔ آج تری نظم مسلسل — محفل میں صف آرا ہے غمِ کشتۂ اوّل
سالار ہے غم، فوج ہے اشک، آہ ہراول — سائل ہو کہ اے جدِ حسینؑ، احمدِ مرسل
محفوظ رکھو مجھ کو ہر اک فتنہ و شر سے
آزاد کرو حُر کی طرح نارِ سقر سے

مرثیہ ہذا بتاریخ دہم شہرِ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ ہجری (۱۸۵۴ء) باختتام و انجام رسید۔

۲۲ جولائی ۱۹۷۵ء ایک بجے رات